*** تقریر ***

تقریر بابت قرآن کریم
وقت 5-7 منٹ

اسلام میں کفّارہ، فدیہ، دیت، ہدی، قضا اور توبہ کی شرعی حقیقت

(تقریر نمبر2)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَمَاتُوۡا وَھُمۡ کُفَّارٌ فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡ اَحَدِھِمۡ مِّلۡءُ الۡاَرۡضِ ذَھَبًا وَّلَوِ افۡتَدٰی بِہٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَھُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ وَّمَا لَھُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِیۡنَ (آل عمران:92)

یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور مر گئے جبکہ وہ کافر تھے ان میں سے کسی سے زمین بھر سونا بھی ہر گز قبول نہیں کیا جائے گا اگرچہ وہ اُسے بطور فدیہ دینا چاہے۔یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب (مقدّر) ہے اور ان کے کوئی مددگار نہیں ہوں گے۔

دین خدا وہی ہے جو دریائے نور ہے
جو اس سے دور ہے وہ خدا سے بھی دور ہے
دین خدا وہی ہے جو ہے وہ خدا نما
کس کام کا وہ دیں جو نہ ہووے گرہ کشا

(درثمین)

معزز سامعین! ہم کل کی تقریر میں اسلام میں کفّارہ کی حقیقت اور اس کا فلسفہ از روئے قرآن و احادیث سن آئے ہیں۔آج کفّارہ اور اُس کے ذیل میں دیگر اصطلاحات پر روشنی ڈالنے ضارہا ہوں۔کفّارات کے پورے نظام پر غور کرنے سے ایک بنیادی فرق نمایاں ہوتا ہے جسے نظر انداز کرنا علمی اعتبار سے بڑی غلطی ہو گی۔

کفّارہ کیا ہے؟

وہ مقرّرہ شرعی تلافی جو کسی خاص خلاف ورزی کے لیے شریعت نے مقرّر کی ہو۔

فدیہ کیا ہے؟

کسی مخصوص شرعی صورت، عذر یا عجز کے مقابل عطا کردہ متبادل تلافی، جیسا کہ احرام میں سر کی تکلیف کے باعث فدیہ۔

دیت کیا ہے؟

قتلِ خطا کی صورت میں مقتول کے اہل کے لیے مالی حق۔

ہدی کیا ہے؟

حج و عمرہ کے بعض مناسک سے متعلق قربانی، جیسے تمتّع کے معاملے میں۔

قضا کیا ہے؟

فوت شدہ عبادت کو بعد میں ادا کرنا۔

توبہ کیا ہے؟

گناہ سے قلبی و عملی رجوع، ندامت، ترکِ معصیت اور اللہ تعالیٰ کی طرف واپسی۔

یہ سب ایک دوسرے سے مربوط ہیں، مگر مترادف نہیں۔اسی فرق کی حفاظت مضمون کی علمی صحت کے لیے ناگزیر ہے۔

کفّارے کی دو بڑی صورتیں: تخییر اور ترتیب

قرآن کے احکام کا مطالعہ بتاتا ہے کہ کفّارات میں ایک ہی طرز نہیں۔

قسم کے کفّارے میں اللہ تعالیٰ نے تین اعمال بیان فرمائے:

اطعام، کسوت، تحریرِ رقبہ

اور پھر فرمایا:

فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ

جبکہ ظہار میں:

تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ۔ مسلسل دو ماہ کے روزے۔ ساٹھ مساکین کو اطعام

اور رمضان میں قصداً جماع کے واقعے میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی تدریجی ترتیب بیان فرمائی۔

یہ فرق اس حقیقت کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ شریعت نے ہر خطا کو ایک ہی ترازو میں نہیں تولا۔ حکم کی صورت، خلاف ورزی کی نوعیت اور تلافی کی حکمت کے مطابق کفّارے کی ساخت بدلتی ہے۔

کفّارہ اور تلافیِ مافات: ایک گہرا اخلاقی فلسفہ

کفّارے کو اگر محض "گناہ کا جرمانہ" سمجھ لیا جائے تو اس کی روح ضائع ہو جاتی ہے۔

قَسم توڑنے والے سے مساکین کو کھانا کھلانا اس کے اندر یہ احساس پیدا کرتا ہے کہ اس کی زبان سے پیدا ہونے والی خلاف ورزی کا تدارک صرف اس کی اپنی ذات تک محدود نہیں۔ اس کے مال سے معاشرے کے کمزور افراد بھی فائدہ اٹھائیں۔

قتلِ خطا میں دیت اس انسانی نقصان کے معاشرتی پہلو کو سامنے لاتی ہے، جبکہ عبادتی کفّارہ قاتل کے اندر ذمّہ داری اور ندامت کا احساس زندہ رکھتا ہے۔

ظہار میں ایک ایسا جملہ جس نے ازدواجی رشتے کی حرمت کو مجروح کیا، اسے ایک ایسے عمل سے گزارا جاتا ہے جس میں ضبط، عبادت اور مالی ایثار شامل ہے۔

احرام کی خلاف ورزی میں فدیہ انسان کو یہ یاد دلاتا ہے کہ مقدس مقامات اور عبادات کی حُرمت روزمرّہ زندگی کے عام قوانین سے بلند ایک مخصوص تقدّس رکھتی ہے۔

رمضان میں قصداً جماع کے کفّارے میں مسلسل دو ماہ کے روزوں کی مشقت انسان کے نفس کو یہ تجربہ کراتی ہے کہ ایک لمحے کی بے احتیاطی کبھی طویل تربیتی سفر کا تقاضا بھی بن سکتی ہے اور مجلس کی لغویات کے بعد استغفار انسان کو یہ سکھاتا ہے کہ زبان بھی ایک امانت ہے۔ یوں کفّارہ ماضی کو مٹانے سے پہلے انسان کو بدلنے کی کوشش کرتا ہے۔

کفّارہ سزا نہیں، تربیت بھی ہے

شریعت کا کمال یہ ہے کہ وہ خطا کو صرف سزا کے زاویے سے نہیں دیکھتی۔ اگر مقصد صرف سزا دینا ہوتا تو ہر گناہ کے مقابل ایک یکساں جرمانہ مقرّر کیا جا سکتا تھا مگر یہاں ہر مقام پر تلافی کی نوعیت بدل جاتی ہے۔

کسی جگہ مال نکلتا ہے۔ کسی جگہ جسم مشقت اٹھاتا ہے۔ کسی جگہ محتاجوں کا حق ادا ہوتا ہے۔ کسی جگہ مظلوم کا حق واپس کرنا پڑتا ہے۔ کسی جگہ مسلسل روزوں سے نفس کی تربیت ہوتی ہے۔ اور کسی جگہ زبان کو استغفار کے ذریعے جھکایا جاتا ہے۔ اس تنوّع میں شریعت کا تربیتی جمال پوشیدہ ہے۔

کفّارہ انسان کو یہ نہیں سکھاتا کہ "گناہ کی قیمت ادا کرو اور آزاد ہو جاؤ۔" بلکہ یہ سکھاتا ہے کہ "اپنی خطا کو سمجھو، اس کی تلافی کرو، اس کے اثرات کو درست کرو اور آئندہ کے لیے اپنے نفس کو بدل دو۔"

ایک ضروری علمی تنبیہ: ہر مشہور "کفّارہ" حدیث نہیں

اسلامی لٹریچر میں بعض ایسی روایات اور اقوال بھی گردش کرتے ہیں جنہیں عوامی سطح پر "کفّارہ" کہہ دیا جاتا ہے، مگر ان کی حدیثی حیثیت یکساں نہیں۔

خصوصاً غیبت کے بارے میں مشہور جملہ:

كَفَّارَةُ مَنِ اغْتَبْتَهُ أَنْ تَسْتَغْفِرَ لَهُ کہ جس کی تم نے غیبت کی، اس کا کفّارہ یہ ہے کہ اس کے لیے استغفار کرو۔

اسے صحیح مرفوع حدیث کے طور پر پیش کرنا محتاط علمی طریقہ نہیں۔ غیبت کے باب میں اصل شرعی اصول توبہ، گناہ سے اجتناب اور حقوق العباد کی تلافی ہے۔ لہٰذا اس مشہور قول کو قطعی نبوی حکم بنا کر پیش کرنے کے بجائے اس کی حدیثی حیثیت واضح رکھنا ضروری ہے۔

یہ احتیاط محض حوالہ دینے کی تکنیک نہیں، دین کی طرف نسبت کی امانت ہے۔

کفّارے کا آخری مفہوم: ماضی سے آزادی، مگر ذمہ داری کے ساتھ

اسلام انسان کو اس کے ماضی کا قیدی نہیں بناتا، لیکن اسے اس کے ماضی سے بے نیاز بھی نہیں کرتا۔ اگر قسم ٹوٹی ہے تو کفارہ دو۔ اگر خطائے قتل ہوئی ہے تو حق ادا کرو اور کفّارہ دو۔ اگر ظہار ہوا ہے تو شرعی تلافی کرو۔ اگر احرام کی مخصوص خلاف ورزی ہوئی ہے تو فدیہ ادا کرو۔ اگر رمضان میں قصداً جماع کیا ہے تو نبوی کفّارہ ادا کرو۔ اگر نذر کا معاملہ پیش آیا ہے تو اس کی شرعی نوعیت کے مطابق حکم پر عمل کرو۔ اگر زبان مجلس میں لغو سے آلودہ ہوئی ہے تو اٹھنے سے پہلے اپنے ربّ کے حضور جھک جاؤ۔ اور اگر کسی انسان کا حق پامال ہوا ہے تو یہ نہ سمجھو کہ چند نوافل یا چند الفاظ اس حق کا بدل بن سکتے ہیں، جس کا حق ہے، حق اسی تک پہنچنا چاہیے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں کفّارہ ”جرمانہ“ نہیں رہتا بلکہ تلافیِ مافات کا ایک زندہ فلسفہ بن جاتا ہے۔

انسان ماضی کو واپس نہیں لا سکتا، مگر وہ ماضی کے اثرات کو بدل سکتا ہے۔ وہ ٹوٹے ہوئے عہد کی تلافی کر سکتا ہے۔ وہ کسی نقصان کے بعد ذمہ داری قبول کر سکتا ہے۔ وہ اپنے مال سے محتاج کا سہارا بن سکتا ہے۔ وہ اپنے جسم کو عبادت کی مشقّت میں ڈال کر نفس کو تربیت دے سکتا ہے۔ وہ اپنے ربّ کے سامنے جھک سکتا ہے۔

اور یوں کبھی کبھی ایک لغزش، اگر اس کے بعد سچی توبہ اور حقیقی اصلاح پیدا ہو جائے، انسان کی روحانی تعمیر کا نقطۂ آغاز بن جاتی ہے۔

اسلام کا کفّارہ گناہ کو معمولی نہیں بناتا، انسان کو گناہ کے بعد دوبارہ اٹھنے کا حوصلہ دیتا ہے۔ یہی اس نظام کی سب سے بڑی رحمت ہے کہ شریعت انسان سے اس کی لغزش چھپانے کا مطالبہ نہیں کرتی، بلکہ اسے اپنی لغزش کے سامنے کھڑا کرتی ہے، پھر اس کے ہاتھ میں توبہ کا چراغ، تلافی کا راستہ اور اصلاح کا امکان رکھ دیتی ہے۔

اور شاید اسی لیے قرآن نے قتلِ خطا کے کفّارے کو ختم کرتے ہوئے نہایت معنی خیز الفاظ فرمائے: تَوۡبَةً مِّنَ اللّٰہِ

کہ اللہ کی طرف سے توبہ۔

یعنی کفّارہ محض انسان کی طرف سے کوئی ادائیگی نہیں، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کے لیے واپسی کا ایک دروازہ ہے۔ یہاں آکر قانون، اخلاق اور روحانیت ایک نقطے پر جمع ہو جاتے ہیں: خطا انسان کی کمزوری ہو سکتی ہے، لیکن خطا کے بعد اصلاح اس کا انتخاب ہے اور سچی تلافی اسے اپنے ربّ کے زیادہ قریب لے جا سکتی ہے۔

کفّارے کی روح، توبہ کی حقیقت اور معارف حضرت مسیح موعودؑ

قرآنِ کریم اور سنتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں کفّارے کا جو نظام بیان ہوا ہے، اس کے ظاہری احکام کے پیچھے ایک نہایت عمیق روحانی حکمت کارفرما ہے۔ شریعت انسان کو محض اس لیے کفّارہ ادا کرنے کا حکم نہیں دیتی کہ ایک خطا کے مقابل کوئی مالی یا بدنی بوجھ اس پر ڈال دیا جائے، بلکہ اس لیے کہ خطا کے بعد ضمیر بیدار ہو، ندامت پیدا ہو، حق کی تلافی ہو، نفس کی اصلاح ہو اور بندہ اپنے ربّ کی طرف پہلے سے زیادہ عاجزی کے ساتھ لوٹ آئے۔

یہی وہ مقام ہے جہاں کفّارہ محض ایک فقہی اصطلاح نہیں رہتا بلکہ توبہ، استغفار، تزکیۂ نفس اور تلافیِ مافات کی ایک جامع روحانی تعبیر بن جاتا ہے۔ قرآنِ کریم انسان کو گناہ کے بعد مایوسی کی تاریکی میں نہیں چھوڑتا، بلکہ رحمتِ الٰہی کا دروازہ کھولتے ہوئے فرماتا ہے:

قُلۡ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَةِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِیۡعًا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ (الزمر:54)

کہ کہہ دے: اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے! اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ یقیناً اللہ تمام گناہ بخش دیتا ہے۔ بے شک وہ بہت بخشنے والا، بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اس آیت کی روشنی میں کفّارہ دراصل سزا کی آخری منزل نہیں بلکہ اصلاح کی طرف واپسی کا دروازہ ہے۔

حقیقی کفّارہ: ندامت، توبہ اور استغفار

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کفّارے کی اس روح کو نہایت بصیرت افروز انداز میں بیان فرمایا۔ آپؑ فرماتے ہیں:

”سو اس طور کی طبیعتیں بھی دنیا میں پائی جاتی ہیں کہ جن کا وجود روزمرّہ کے مشاہدات سے ثابت ہوتا ہے۔ اس کے نفس کا شورش اور اشتعال جو فطرتی ہے کم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جو خدا نے لگا دیا اس کو کون دور کرے ہاں خدا نے ان کا ایک علاج بھی رکھا ہے۔ وہ کیا ہے؟ توبہ واستغفار اور ندامت، یعنی جبکہ بُرا فعل جو ان کے نفس کا

تقاضا ہے ان سے صادر ہو یا حسب خاصہ فطرتی کوئی بُرا خیال دل میں آوے تو اگر وہ توبہ و استغفار سے اس کا تدارک چاہیں تو خدا اس گناہ کو معاف کر دیتا ہے۔ جب وہ بار بار ٹھوکر کھانے سے بار بار نادم اور تائب ہوں تو وہ ندامت اور توبہ اس آلودگی کو دھو ڈالتی ہے۔ یہی حقیقی کفّارہ ہے جو اس فطرتی گناہ کا علاج ہے۔"

(براہینِ احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 186-187، حاشیہ)

یہ اقتباس پورے موضوع کی روح کو ایک جملے میں سمیٹ دیتا ہے: حقیقی کفّارہ انسان کے باطن کو بدلنے والا عمل ہے۔ خطا کے بعد ندامت، ندامت کے بعد توبہ، توبہ کے ساتھ استغفار اور استغفار کے نتیجے میں آئندہ گناہ سے بچنے کی سعی یہ وہ تدریجی سفر ہے جس میں ایک لغزش انسان کی روحانی شکست بننے کے بجائے اس کی اصلاح کا نقطۂ آغاز بن جاتی ہے۔

استغفار: ماضی کی پردہ پوشی اور مستقبل کی حفاظت

حضرت مسیح موعودؑ نے استغفار کو محض زبان سے چند الفاظ دہرانے کا نام قرار نہیں دیا بلکہ اس کی روح کو سمجھنے کی طرف متوجہ فرمایا۔ آپؑ فرماتے ہیں:

"استغفار کے معنی یہ ہیں کہ خدا سے اپنے گزشتہ جرائم اور معاصی کی سزا سے حفاظت چاہنا اور آئندہ گناہوں کے سرزد ہونے سے حفاظت مانگنا۔ استغفار انبیاء بھی کیا کرتے ہیں اور عوام بھی۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 609)

پھر آپؑ استغفار کی اس حقیقت کو مزید کھولتے ہوئے فرماتے ہیں:

"استغفار ایک عربی لفظ ہے اس کے معنی ہیں طلب مغفرت کرنا کہ یا الٰہی! ہم سے پہلے جو گناہ سرزد ہو چکے ہیں ان کے بدنتائج سے ہمیں بچا کیونکہ گناہ ایک زہر ہے اور اس کا اثر بھی لازمی ہے اور آئندہ ایسی حفاظت کر کہ گناہ ہم سے سرزد ہی نہ ہوں۔ صرف زبانی تکرار سے مطلب حاصل نہیں ہوتا پس چاہئے کہ توبہ استغفار منتر جنتر کی طرح نہ پڑھو بلکہ اس کے مفہوم اور معانی کو مدّ نظر رکھ کر تڑپ اور سچی پیاس سے خدا کے حضور دعائیں کرو۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 609)

یہاں استغفار کے دو رخ سامنے آتے ہیں: گزشتہ گناہ کے بدنتائج سے حفاظت اور آئندہ گناہ سے حفاظت۔ اس طرح استغفار صرف ماضی کے لیے معافی کی درخواست نہیں بلکہ مستقبل کے لیے روحانی حصار بھی ہے۔

توبہ: گناہ سے فرار نہیں، نفس کی تعمیرِ نو

توبہ کا حقیقی مفہوم یہ نہیں کہ انسان چند الفاظ ادا کر کے اپنے آپ کو بری سمجھ لے۔ سچی توبہ اپنے اندر ایک ایسی تبدیلی پیدا کرتی ہے جس میں انسان گزشتہ طرزِ عمل سے بیزار اور آئندہ پاکیزہ زندگی کا خواہاں ہو جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"سچی بات ہے کہ توبہ اور استغفار سے گناہ بخشے جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے۔ "اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ" سچی توبہ کرنے والا معصوم کے رنگ میں ہوتا ہے۔ پچھلے گناہ تو معاف ہو جاتے ہیں پھر آئندہ کے لئے خدا سے معاملہ صاف کر لے۔ اس طرح سے خدا تعالیٰ کے اولیاء میں داخل ہو جائے گا اور پھر اس پر کوئی خوف اور حزن نہیں ہو گا۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 594-595)

پس توبہ کا نتیجہ صرف "گناہ معاف ہونا" نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ایک نئے تعلق کا قیام بھی ہے۔ اسی مضمون کو آپؑ ایک اور موقع پر یوں بیان فرماتے ہیں:

"حقیقی توبہ انسان کو خدا تعالیٰ کا محبوب بنا دیتی ہے اور اس سے پاکیزگی اور طہارت کی توفیق ملتی ہے۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 432)

یہی وجہ ہے کہ اسلامی توبہ انسان کو ماضی کے ملبے میں دفن نہیں کرتی۔ وہ اسی ماضی کو آئندہ پاکیزگی کا مدرسہ بنا دیتی ہے۔

اسلامی کفّارہ اور عیسائی عقیدۂ کفّارہ

یہاں اسلامی تصوّرِ کفّارہ اور عیسائیت میں رائج کفّارے کے عقیدے کے درمیان بنیادی فرق بھی نمایاں ہوتا ہے۔

اسلام انسان کو اخلاقی ذمّہ داری سے آزاد نہیں کرتا۔ قرآنِ کریم فرماتا ہے:

أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ۔ وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ (النجم:39–40)

کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور یہ کہ انسان کے لیے وہی ہے جس کی اس نے کوشش کی۔

یہ اصول اسلامی تصوّرِ ذمہ داری کی بنیاد ہے: انسان اپنے عمل کا ذمہ دار ہے اور دوسرے کا گناہ اس کے سر نہیں ڈالا جاتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی مسئلے پر عیسائی عقیدۂ کفّارہ کا تفصیلی عقلی و اخلاقی تجزیہ اپنی کتاب "سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب" میں فرمایا، جو 22 جون 1897ء کو شائع ہوئی اور روحانی خزائن جلد 12 میں شامل ہے۔

اس کتاب میں آپؑ نے عیسائی تصوّر کے اس بنیادی دعوے پر تنقید فرمائی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قربانی دوسروں کے گناہوں کا کفّارہ بن گئی۔ آپؑ فرماتے ہیں:

"پھر جب اس عقیدہ کو اس پہلو سے دیکھا جائے کہ باوجودیکہ توریت کی متوارث اور قدیم تعلیم کی مخالفت کی گئی اور ایک کا گناہ دوسرے پر ڈالا گیا اور ایک راستباز کے دل کو لعنتی اور خدا سے دور اور مہجور اور شیطان کا ہم خیال ٹھہرایا گیا۔ پھر ان سب خرابیوں کے ساتھ اس لعنتی قربانی کو قبول کرنے والوں کے لئے فائدہ کیا ہوا۔ کیا وہ گناہ سے باز آ گئے یا ان کے گناہ بخشے گئے تو اور بھی اس عقیدہ کی لغویت ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ گناہ سے باز آنا اور سچی پاکیزگی حاصل کرنا تو بداہت خلاف واقعہ ہے۔"

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 336)

حضرت مسیح موعودؑ کی اس تنقید کا مرکزی نکتہ نہایت اہم ہے: اگر کوئی کفّارہ انسان کو گناہ سے روکنے، اس کی اخلاقی حالت بدلنے اور اسے پاکیزگی کی طرف لے جانے میں ناکام رہے تو محض ایک خارجی قربانی کو نجات کا مکمل ذریعہ قرار دینا اپنے اندر ایک بنیادی اخلاقی سوال پیدا کرتا ہے۔

سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب۔ میں کفّارے کے عقیدے پر ایک اور بنیادی اعتراض

اسی کتاب میں حضرت مسیح موعودؑ عیسائی عقیدۂ کفّارہ کی بنیاد پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت سے "لعنت" کے تصوّر پر سخت تنقید فرماتے ہیں اور لکھتے ہیں:

"کیونکہ یسوع کا ملعون ہو جانا گو وہ تین دن کے لئے ہی سہی عیسائیوں کے عقیدہ میں داخل ہے اور اگر یسوع کو ملعون نہ بنایا جائے تو مسیحی عقیدہ کے رو سے کفّارہ اور قربانی وغیرہ سب باطل ہو جاتے ہیں۔ گویا اس تمام عقیدہ کا شہتیر ملعون ہی ہے۔"

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 325)

یہ استدلال اس بنیادی سوال کو سامنے لاتا ہے کہ اگر انسان کے گناہوں کی بخشش کے لیے ایک بے گناہ کو "لعنتی" قرار دینا لازم ٹھہرے تو پھر خدا تعالیٰ کی رحمت، عدل اور انسان کی شخصی اخلاقی ذمّہ داری کا باہمی تعلق کس طرح قائم رہتا ہے؟

حضرت مسیح موعودؑ نے اسی لیے اسلام کے تصوّرِ نجات کو توحید، توبہ، استغفار، عملِ صالح اور فضلِ الٰہی کے ساتھ مربوط کیا، نہ کہ کسی دوسرے انسان کے گناہ اپنے سر لینے کے تصوّر کے ساتھ۔

"مصنوعی کفّارہ" اور توحید کی فتح

حضرت مسیح موعودؑ نے عیسائیت کے باطل عقائد کے مقابل اسلام کی توحیدی فتح کا ذکر کرتے ہوئے ایک نہایت بلیغ جملہ فرمایا:

"اس دن نہ کوئی مصنوعی کفّارہ باقی رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی خدا۔"

(سراجِ منیر، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 76)

یہ جملہ دراصل دو متضاد تصوّرات کو آمنے سامنے رکھتا ہے: ایک طرف ایسا مصنوعی کفّارہ جس میں نجات کو ایک خارجی قربانی کے ساتھ وابستہ کیا جائے اور دوسری طرف اسلام کا وہ زندہ تصوّر جس میں واحد خدا، انسان کی اپنی ذمّہ داری، سچی توبہ، استغفار، نیک عمل اور فضلِ الٰہی باہم مربوط ہیں۔

کفّارہ اور حقوق العباد

کفّارہ کی روح صرف اللہ تعالیٰ کے حقوق تک محدود نہیں رہتی۔ اگر کسی انسان کے حق کو نقصان پہنچایا گیا ہو تو محض زبان سے استغفار کرنا کافی نہیں، بلکہ جہاں حق کی تلافی ممکن ہو وہاں حق واپس کرنا اور ظلم کا ازالہ کرنا بھی توبہ کی صداقت کا تقاضا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ”مفلس“ کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

أَتَدْرُونَ مَنِ الْمُفْلِسُ؟ قَالُوا الْمُفْلِسُ فِينَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ، فَقَالَ: إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِي مَنْ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَصِيَامٍ وَزَكَاةٍ، وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ هَذَا، وَقَذَفَ هَذَا، وَأَكَلَ مَالَ هَذَا، وَسَفَكَ دَمَ هَذَا، وَضَرَبَ هَذَا۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، حدیث 2581)

”کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟... میری امت کا مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوۃ لے کر آئے گا، مگر اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا۔“

یہ حدیث کفّارے کی روح کو ایک اور جہت عطا کرتی ہے: حقوق اللہ کی تلافی، حقوق العباد کی تلافی کا بدل نہیں۔ جس انسان کا حق مارا گیا ہو، وہاں توبہ کی صداقت عملی انصاف کا تقاضا کرتی ہے۔

تلافیِ مافات: گزرے ہوئے وقت کو واپس نہیں، مگر انسان کو نیا بنایا جاسکتا ہے

”تلافیِ مافات“ کا فلسفہ یہ نہیں کہ انسان گزرے ہوئے لمحوں کو دوبارہ حاصل کر سکتا ہے۔ وقت واپس نہیں آتا، الفاظ واپس نہیں آتے، بعض زخم فوراً نہیں بھرتے اور بعض نقصانات پوری طرح پلٹائے نہیں جاسکتے۔ لیکن اسلام انسان کو ایک ایسا روحانی امکان ضرور دیتا ہے کہ وہ اپنے گزرے ہوئے غلط عمل کو اپنے آئندہ درست کردار کا سرچشمہ بنادے۔

قرآنِ کریم فرماتا ہے:

إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَحِيمًا (الفرقان: 71)

مگر جس نے توبہ کی، ایمان لایا اور نیک عمل کیا، پس ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا، اور اللہ بہت بخشنے والا، بار بار رحم کرنے والا ہے۔

یہ آیت تلافیِ مافات کے فلسفے کی بلند ترین تعبیر پیش کرتی ہے۔ انسان ماضی کو مٹا نہیں سکتا، مگر ماضی کے گناہ کو مستقبل کی نیکی میں تبدیل کرنے کا راستہ اختیار کر سکتا ہے۔

کفّارہ: سزا نہیں، اصلاح کا الٰہی نظام

اب پورے قرآنی، نبوی اور روحانی نظامِ کفّارات کو ایک جامع نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے ہر کفّارے کے اندر ایک تربیتی حکمت رکھی ہے۔

مالی کفّارہ انسان کو اپنے مال کی محبت سے نکال کر محتاج انسان کی ضرورت کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

روزہ نفس کو ضبط کرتا اور ارادے کو مضبوط بناتا ہے۔ آزادیِ غلام انسانی آزادی اور انسانی وقار کی قدر پیدا کرتی ہے۔ دیت مقتول کے خاندان کے نقصان کی مالی تلافی اور معاشرتی عدل کا ایک پہلو سامنے لاتی ہے۔ حقوق العباد کی تلافی انسان کو یہ احساس دلاتی ہے کہ عبادت کا کمال صرف محراب میں نہیں، معاملات میں بھی ظاہر ہوتا ہے اور توبہ و استغفار انسان کو اس کے اپنے باطن کے سامنے لا کھڑا کرتے ہیں۔

یوں کفّارہ گناہ کی قیمت سے بڑھ کر انسان کی تعمیرِ نو کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے مذکورہ ارشادات اسی حقیقت کو واضح کرتے ہیں کہ ندامت، توبہ اور استغفار جب حقیقی کیفیت کے ساتھ پیدا ہوں تو انسان کی اندرونی آلودگی کو دھونے کا ذریعہ بنتے ہیں۔

کفّارہ، رحمت تک پہنچنے والی راہ

اسلام کا نظامِ کفّارات دراصل انسان کو تین بنیادی منزلوں سے گزارتا ہے: احساسِ خطا۔ تلافیِ خطا۔ اصلاحِ ذات۔

پہلی منزل میں انسان تسلیم کرتا ہے کہ اس سے غلطی ہوئی۔

دوسری منزل میں وہ اس غلطی کی شرعی اور اخلاقی تلافی کرتا ہے۔

تیسری اور سب سے بلند منزل میں وہ اپنے اندر ایسی تبدیلی پیدا کرتا ہے کہ اس کی گزشتہ لغزش آئندہ کے تقویٰ کے لیے چراغ بن جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کفّارہ اسلام میں محض سزا نہیں، رحمت کے ساتھ وابستہ اصلاح ہے۔ یہ انسان کو توڑتا نہیں، اسے جھنجھوڑ کر اٹھاتا ہے۔ اسے ماضی میں قید نہیں کرتا، اسے مستقبل کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ اسے اپنے گناہ کا احساس ضرور دلاتا ہے، مگر اسے خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہونے دیتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ

"جب وہ بار بار ٹھوکر کھانے سے بار بار نادم اور تائب ہوں تو وہ ندامت اور توبہ اس آلودگی کو دھوڈالتی ہے۔ یہی حقیقی کفارہ ہے جو اس فطرتی گناہ کا علاج ہے۔"

(براہین احمدیہ، حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 186-187)

پس کفّارے کی آخری حقیقت کسی مال، روزے یا ظاہری عمل پر ختم نہیں ہوتی۔ وہ اس لمحے اپنی تکمیل کو پہنچتی ہے جب انسان گناہ سے صرف بَری ہونے کی خواہش نہیں کرتا بلکہ گناہ کرنے والے اپنے سابق وجود سے بھی نجات پانے کی کوشش کرتا ہے۔ یہی تلافیِ مافات ہے کہ جو گزر گیا وہ واپس نہ بھی آئے، مگر اس کا اثر انسان کے باقی ماندہ سفر کو تباہ کرنے کے بجائے اسے سنوارنے لگے۔ یہی توبہ ہے کہ آنکھ صرف ماضی کے آنسو نہ بہائے بلکہ قدم مستقبل کی پاکیزگی کی طرف بھی اٹھائے۔ یہی استغفار ہے کہ زبان مغفرت مانگے، دل نادم ہو اور عمل اصلاح کی گواہی دے اور یہی حقیقی کفّارہ ہے کہ بندہ اپنی لغزش کے بعد پہلے سے زیادہ شعور، زیادہ عجز، زیادہ تقویٰ اور زیادہ قربِ الٰہی کے ساتھ اپنے ربّ کی طرف لوٹ آئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" بعض سمجھتے ہیں کہ ایک حج کر لیا تو پاک ہو گئے اور اب پھر سے وہی دھوکے اور فتنے اور فساد کی اجازت مل گئی ہے۔ حکم ہے کہ کبائر سے بچیں۔ بڑے بڑے گناہوں کی بہت سی مثالیں ہیں۔ دوسرے کے مال میں ناجائز تصرّف یتیموں کا مال کھانا بھی کبائر میں ہے۔ جو کام انسان خود نہیں کرتا دوسروں کو کہنا کہ یہ کرو یہ بھی غلط ہے۔ آپس میں دو گروہوں کو لڑا دینا، دو آدمیوں کے تعلقات خراب کر کے فتنہ پیدا کرنا بھی کبائر میں سے ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فتنہ قتل سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہے۔ تو ایک مؤمن جس کو اللہ کا خوف ہو، صرف یہ نہیں سمجھتا کہ چوری نہیں کی، زنا نہیں کیا، ڈاکہ نہیں ڈالا قتل نہیں کیا تو یہی بڑے گناہ ہیں، ان سے بچ گیا تو گویا میرا معاملہ صاف ہو گیا۔ نہیں، بلکہ دھوکے سے کسی کا مال کھانا، چاہے وہ کسی شخص کا کھا رہا ہو یا حکومت کا کھا رہا ہو، پھر آپس میں دو دوستوں میں پھوٹ ڈلوانا تعلقات خراب کرنا یہ سب باتیں اور اسی قسم کی اور باتیں بھی کبائر گناہ ہیں۔ پس جب انسان ایک کوشش کے ساتھ ان بُرائیوں سے بچے گا، اگر غلطی سے کوئی حرکت ہو جاتی ہے تو استغفار کرے گا تو فرمایا کہ پھر پانچ نمازیں جو سنوار کر ادا کی ہوئی نمازیں ہیں، ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ اور رمضان سے اگلے رمضان کے درمیان جو چھوٹی موٹی لغزشیں تمہارے سے ہو جائیں گی، انسان کمزور ہے، کمزوروں سے ہو جاتی ہیں، ایسی باتیں جو جان بوجھ کر کسی کو نقصان پہنچانے کے لئے نہ کی گئی ہوں، ان سے اللہ تعالیٰ درگزر فرمائے گا، ان کو معاف فرمائے گا اور یہ نمازیں اور یہ جمعہ اور یہ رمضان جنہیں نیکیوں کے حصول کے لئے اور برائیوں سے بچتے ہوئے ایک انسان ادا کرے گا یا ادا کرنے کی کوشش کی جائے گی تو پھر یہ چھوٹی موٹی لغزشوں کا کفارہ بن جائیں گی۔"

(خطبہ جمعہ 12/ اکتوبر 2007ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان ارشادات سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔ آمین

(بتعاون: نعیم اللہ باجوہ۔ آسٹریلیا)